يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ-وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْاؕ-اِعْدِلُوْا-
هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

تبصرہ بر تبصرہ

امیر جماعتِ تبلیغ حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلوی

دامت برکاتہم کے جوابی خط پر مختصر تبصرہ پر مختصر تبصرہ

از: حضرت مولانا مطیع الرحمن صاحب

مہتمم مدرسہ حمیدیہ ٹرسٹ جہاں نما حیدرآباد (تلنگانہ) انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله نستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله-اما بعد-

دو تین دن پہلے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم کے نام حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے جوابی خط پر حضرت مولانا مفتی عبدالمالک دامت برکاتہم کا مختصر تبصرہ نظر سے گزرا جس میں چار باتیں بہت زیادہ قابل لحاظ محسوس ہوئیں۔

1. جب آپ کو اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کا مکتوب افراط و تفریط سے ہٹ کر خالص علمی اور ہمدردانہ انداز میں خاص نصیحت ہے اور انصاف اور احتیاط اور دیانتداری کے ساتھ ہے خیر خواہی کے جذبات سے معمور ہے اور تعبیرات شرافت اور نرم گوئی سے پر ہے اور شیخ الاسلام دامت برکاتہم کے درج ذیل الفاظ آپ کے اس اعتراف کی بین دلیل ہیں "گرامی قدر مکرم جناب مولانا سعد صاحب دامت برکاتکم العالیہ" ، "پھر آپ کے متعدد بیانات میں اس کی جو تشریح فرمائی گئی" ، "اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ آپ نے انفرادی دعوت کے فرض ہونے کی بات" ، "ہو سکتا ہے کہ آپ یہ فرمائیں" وغیرہ اور واقعی حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کے مکتوب میں حضرت مولانا سعد صاحب کے عالم ہونے کا، ان کی خاندانی نسبت کا اور ان کے ایک بڑی جماعت کے سربراہ ہونے کا پورا پاس و لحاظ رکھا گیا ہے تو مناسب تھا کہ آپ کے مکتوب میں بھی یہ ساری چیزیں ملحوظ ہوتیں لیکن آپ کے مکتوب کے درج ذیل کلمات حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کے مکتوب سے بالکل میل نہیں کھاتے:

- ایک قسم کی تدلیس پر مبنی تھا
- اس کو حضرت والا کے خط کے ساتھ چھاپ دینا بندے کو سوئے ادب معلوم ہوا
- تجاہل عارفانہ ہے
- ہم حیرت زدہ ہیں مولانا کی اس جرأت و بے باکی پر
- موسیٰ علیہ السّلام پر جو زبان درازی کی تھی
- اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کب وہ انبیاء علیہم السلام کی پاک سیرت کے بارے میں نکتہ چینی سے باز آئیں گے
- پرانی منکر باتوں کو مزید صراحت اور جرأت کے ساتھ مولانا سعد صاحب پیش کرتے آرہے ہیں
- ان کی تحریفات کی تفصیل پیش کرنا مقصود نہیں

- ہو بہو ان کے ایجاد کردہ بدعتی نظریے کا بیان ہے
- جس قصے کو مولانا بگاڑ رہے ہیں۔

بلکہ آخر میں غصہ یہاں تک پہنچ گیا کہ لفظ مولانا بھی حذف ہو گیا اور متعدد مواقع میں "سعد صاحب" "سعد صاحب" لکھ دیا۔

2. دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اتنا بڑا عالم آپ کی مراد نہ سمجھے؟ کیا آپ ہی اپنی مراد کو زیادہ سمجھتے ہیں؟ بھلا سوچیے تو سہی کہ جب مولانا سعد صاحب خود اس کی صراحت کر رہے ہیں کہ میری یہ مراد نہیں تو پھر اس اصرار کا کیا مطلب ہے کہ نہیں آپ کی مراد یہی ہے۔ اخر صراحت کے مقابلے میں ترشح کا کیا اعتبار ہے چاہے وہ کتنا ہی قوی ہو اور چاہے کالشمس واضح ہو، اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کسی مدرسے کا کوئی سفیر اپنے مدرسے کے لیے چندے کی ترغیب دیتے ہوئے حدیث "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" پڑھتا ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ مروجہ مدارس اور ان کے تمام شروط و قیود سب فرض عین ہیں اور خاص طور پر یہ جس مدرسہ کا سفیر ہے اسی مدرسہ میں علم حاصل کرنا فرض عین ہے؟ ظاہر ہے کہ اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ تمام مدارس اور انہی میں سے ایک ہمارا مدرسہ بھی ہے وہ اس فریضے کی ادائیگی کی شکلوں میں سے ایک شکل اور اس کے لیے معین و مددگار ہے مطلق دعوت کو فرض عین کہنے سے اور اس کی ادائیگی کی اللہ تعالی نے اس زمانے میں جو ایک آسان صورت ظاہر فرمائی ہے جس سے لاکھوں لوگوں کو اس فریضہ کی ادائیگی کی توفیق ملی اس کی ترغیب دینے سے مروجہ اعمال دعوت کا فرض عین ہونا کیسے لازم ائے گا اور اگر کوئی شخص مروجہ نظام کے ماتحت نہیں لیکن وہ اس فریضہ کو ادا کر رہا ہے تو اس کا تارکِ فرض ہونا کیسے لازم آئے گا؟

3. تیسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ جب آپ نے مولانا سعد صاحب پر انبیاء علیہم السلام پر نقد کا الزام لگایا ہے تو جب مولانا نے اللہ تعالی کا پیغام پہنچانے میں دیر ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یحیی علیہ السلام کسی دینی کام میں مشغول تھے اور یہ قرین قیاس بھی ہے اور انبیاء کی شان کے عین مناسب بھی ہے تو انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ کم از کم اس کو تو سراہا جاتا لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کو بھی مولانا کے معاصی ہی میں شمار کیا گیا کہ ہوگا کوئی عذر کیا ضروری ہے کہ دینی کام ہی میں مشغولی ہو؟

4. آپ کے مکتوب کا اصل موضوع یہ سمجھ میں آیا کہ آپ کا اصل اعتراض یہ ہے کہ مولانا سعد صاحب دعوت کو فرض عین کہتے ہیں اور اس کے لیے نقل و حرکت اور نفر و خروج کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کے بیانات سے آپ دوسرے شعبوں کی ناقدری محسوس کرتے ہیں وغیرہ۔

ناقدری کے سلسلے میں تو یہاں پر صرف مولانا کے چار ملفوظ پیش کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں:

- ہر جگہ کی عوام کو علماء سے جوڑنا اور ہر جگہ کی عوام کو مدارس اور مکاتب سے جوڑنا ہماری محنت اور کوششوں کا بنیادی مقصد ہے۔ (ملفوظات حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی، مرتبہ مفتی حسام الدین قاسمی صفحہ 54)
- اگر کوئی طالب علم کسی شیخ سے کسی متقی عالم سے اپنی اصلاح کا تعلق رکھنا چاہتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ نہیں بھائی ابھی تو پڑھ رہا ہے حالانکہ یہی اس کے پابند ہونے کا وقت ہے۔ (ملفوظات حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی، مرتبہ مفتی حسام الدین قاسمی صفحہ 52)
- ایک آدمی اپنی مسجد میں صبح یا شام وقت دیتا ہے اور شام کو کسی عالم کی مجلس میں چلا گیا یا کسی مفتی کی فقہ کی مجلس میں یا کسی محدث کے درس میں تو کام کرنے والے کہتے ہیں کہ اوہو ہمارا کام یہ تھوڑا ہے ہم تبلیغ والے ہیں ہمارا کام تبلیغ کرنا ہے وہ پڑھانے والے ہیں۔ (ملفوظات حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی، مرتبہ مفتی حسام الدین قاسمی صفحہ 48)
- یہ بڑی چوک ہے کہ وقت لگائے ہوئے علماء کو وقت نہ لگانے والے سے افضل سمجھتے ہیں۔ (ملفوظات حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی، مرتبہ مفتی حسام الدین قاسمی صفحہ 49)

اس طرح کی باتیں مولانا کے بیانات میں کچھ کم نہیں لیکن بات صرف ایک طرف کی نقل کی جاتی ہے، اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ان تصریحات کے مقابلے میں ترشحات کا کیا اعتبار ہے؟ اگر صرف ترشحات کا اعتبار کیا گیا پھر تو مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی محفوظ نہیں رہ پائیں گے۔

اب ہم اس پورے موضوع سے متعلق حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چند ملفوظات پیش کرتے ہیں پھر فیصلہ آپ خود فرمائیے گا۔

حضرت مولانا ڈاکٹر عبید اللہ خان صاحب علی گڑھ نے حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے جمع کردہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و مکتوبات کا ایک گلدستہ تیار کیا ہے جس پر ان کے پیر و مرشد حضرت مولانا مفتی احمد خان پوری دامت برکاتہم نے ان کو مبارکباد کا مستحق قرار دیا ہے اور استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند مولانا عبداللہ معروفی صاحب دامت برکاتہم نے ان کو پوری علمی و دعوتی برادری کی جانب سے شکریہ کا مستحق قرار دیا ہے، حضرت مولانا عبداللہ معروفی دامت برکاتہم نے اس کی تقریظ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان ملفوظات و ارشادات کی اہمیت و ضرورت موجودہ دور میں ماضی کی بنسبت زیادہ ہو گئی ہے کیونکہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کوئی بھی تحریک جماعت یا تنظیم اسی وقت تک اپنے مقاصد میں کامیاب رہتی ہے جب تک وہ اپنے بنیادی اصولوں اور اصل بانی کی جانب سے متعین کردہ رہنما خطوط پر چلتی رہے اور ان سے انحراف نہ کرے حضرت جی

مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے دعوت و تبلیغ کے کام کے لیے قرآن و حدیث اور سلف و صالحین کے تجربات کی روشنی میں جو بنیادی اصول اختیار فرمائے تجربے سے ان کا مؤثر اور مفید ہونا ثابت ہوا چنانچہ خود آپ اپنی زندگی میں اسی طرح آپ کے بعد حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سب ہی حضرات ان اصولوں کی پابندی کرتے اور کراتے رہے اس سلسلے میں بہت سے اہل علم حضرات نے اپنی دانست کے مطابق بہت سے عمدہ مشورے دیے مگر یہ حضرات ٹس سے مس نہیں ہوئے اور اپنے اصولوں پر کام کرتے رہنے میں ہی خیر اور بہتری سمجھتے رہے جس کا ثمرہ اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اھ۔

ہم صرف اسی کتاب سے چند ملفوظات پیش کرتے ہیں:

1. فرمایا: تبلیغ ہے بے طلبوں میں اور تعلیم ہے طالبوں کے لیے۔ تبلیغ ہر ایک مسلمان کا فرض عین ہے۔ (گلدستہ، صفحہ 267-268)
2. فرمایا: حال کا سب سے بڑا فریضہ تبلیغ ہے اور اس میں کوتاہی کا بدل بڑی سے بڑی عبادت نہیں ہو سکتی۔ (گلدستہ، صفحہ: 423)
3. فرمایا: ایک سنت کو زندہ کرنے کا ثواب سو شہیدوں کا ہے جب ایک سنت کو زندہ کرنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے تو فرض زندہ کرنے کا ثواب کتنا ہوگا اور پھر فرائض میں سب سے بڑے فرض کو زندہ کرنے کا ثواب کتنا ہوگا؟ اس کا ثواب کروڑوں فرضوں کے برابر ہے۔ (گلدستہ، صفحہ: 373)
4. فرمایا: بر اور تقوے کا معاون ہونا فرض ہے تمام روئے زمین کے مسلمانوں پر۔ (گلدستہ، صفحہ: 204)
5. فرمایا: یاد رکھو! کوئی عالم علم میں ترقی نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ جو کچھ سیکھ چکا ہے دوسروں تک نہ پہنچائے جو اس سے کم علم رکھتے ہیں اور خصوصا ان تک جو کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ میرا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے "من لا یرحم لا یُرحم" جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ تو بر دیگراں پاش حق بر تو پاشد۔ کفر کی حد تک پہنچے ہوؤں تک علم پہنچانا اصل علم کی تکمیل اور ہمارا فریضہ ہے۔ (گلدستہ، صفحہ: 147)
6. فرمایا: کلمہ کی مشق نادانوں میں کرو کیونکہ ان کے لیے کلمہ جب کہ نہ آتا ہو فرض ہے۔ (یعنی عوام میں چل پھر کر خوب کلمہ کی دعوت دو، اس سے کلمہ کی حقیقت دل میں اترے گی اور دعوت دینے والے کو تقویت ایمان کی دولت حاصل ہوگی)۔ (گلدستہ، صفحہ: 42)
7. فرمایا: دعوت کا فریضہ نماز کے فریضے سے اعلیٰ ہے اس کے بغیر مسلم کی ترقی ہی نہیں۔ (گلدستہ، صفحہ: 275)
8. فرمایا: تنہائی میں کلمہ کا تلبس نفل کے بقدر نور پیدا کرے گا اور ضرورت کی جگہ بقدر فرض۔ (گلدستہ، صفحہ:38)
9. فرمایا: دین کو سب جانتے ہیں لیکن فرق مراتب کو چھوڑ دیا، فرق مراتب کا لحاظ کرو۔ مہمان آرہے ہیں اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں دشمن چھری لیے کھڑا ہے اب دیکھو کون سا کام ضروری ہے، اسی طرح تبلیغ کا کام ہے، یہاں تو اسلام کی جان نکل رہی

ہے اور وہاں دوسرے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ لازم سے متعدی کی قیمت زیادہ ہے (یعنی ایک تو وہ اعمال ہیں جو اپنی ترقی کے لیے کیے جاتے ہیں اس سے بڑھ کر وہ اعمال ہیں جن سے تعدیہ ہو اور دوسرے لوگ بھی اپنائیں) پھر متعدی میں فرق اعلی و ادنی کا کرنا، اعمال کو ماننے کے بعد ترتیب ضروری ہے اگر قابو میں آجاویں تو بہت ہی خوب ہے، ورنہ فرض کو ناقص کرتے ہوئے نوافل میں مشغول ہونا زندقہ ہے۔ فرائض کا مقام نوافل سے بہت بلند تر ہے، بلکہ سمجھنا چاہیے کہ نوافل سے مقصود ہی فرائض کی تکمیل یا ان کی کوتاہیوں کی تلافی ہوتی ہے، غرض فرائض اصل ہیں اور نوافل ان کے توابع اور فروع، مگر بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ فرائض سے تو غفلت برتتے ہیں اور نوافل میں مشغول رہنے کا اس سے بدر جہاں زیادہ اہتمام کرتے ہیں، مثلاً آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر غرض تبلیغ دین کے یہ تمام شعبے اہم فرائض میں سے ہیں مگر کتنے ہیں جو ان فرائض کو ادا کرتے ہیں لیکن اذکار نفلیہ میں اشتغال رکھنے والوں کی اتنی کمی نہیں۔ (گلدستہ، صفحہ: 82-83)

10. فرمایا: جہالت کے مقابلہ میں علم ہے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کے لیے امروں کو سیکھنا فرض ہے، جاہل کو عالم کے پاس جانا فرض ہے۔ جس قدر عالم جاہل سے بڑا ہے اسی قدر عالم کو جاہل سے ملنا اور علم سکھانا فرض ہے تو پھر جہالت علم سے بدل جائے گی (خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف عوام علماء کی خدمت میں طلب کے ساتھ حاضر ہوں اور دین سیکھیں اسی طرح علماء کرام اگر عوام میں پھریں گے تو ان میں عوام کی بے دینی اور بے طلبی دیکھ کر ان سے ہمدردی اور ان کی اصلاح کی فکر بڑھے گی اور عوام میں بھی ان علماء کی طرف رجوع اور ان سے محبت بڑھے گی جو طرفین کے لیے فائدہ مند ہے۔(ع)۔(گلدستہ، صفحہ:134)
11. فرمایا: ذکر نفلی رات کو، دن کو ذکر فرض، ناواقف لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا سکھلانا۔ (گلدستہ، صفحہ:165)
12. فرمایا: ذکر نفلی کی یہ خوبی ہے اللہ کہتا ہے کہ میں اس بندہ کا کان ہو جاتا ہوں ہاتھ ہو جاتا ہوں اور جب فرض ذکر کیا جائے گا تو اللہ کی دین کا کچھ ٹھکانہ نہیں ہے۔ (گلدستہ، صفحہ:166)
13. فرمایا: ہر وقت ذکر فرض ہے غفلت کسی وقت جائز نہیں ہے لیکن سب سے بڑا ذکر نا واقف مخلوق میں اعلاء کلمۃ اللہ کی دعوت دینا ہے اور پھر ان کو دوسروں میں دعوت دینے کے لیے نکالنا ہے۔ اس کے بعد تمام اعمال میں سب سے بڑا عمل نماز کی دعوت دینا ہے یہ مہا عمل تمام عملوں کے لیے سایہ ہے اس کے بغیر دوسرے اعمال سرسبز و شاداب نہیں ہو سکتے، پرورش نہیں پا سکتے۔ (گلدستہ، صفحہ:171 و 402)
14. فرمایا: غربت انسانی جوہر ہے اول غرباء (فقراء اور کمزور طبقے کے لوگ) (ع) کے اندر کثرت سے پھرو پھر ان کے امراء کے اندر اپنا فریضہ سمجھ کر کرو دوسروں کی ہدایت کا خیال نکال دو۔ (گلدستہ، صفحہ:188) (پہلے ان غریبوں میں محنت کی جائے ان میں استعداد

قبولیت نسبتاً زیادہ ہے وہ قبول کریں گے تو کام کا حوصلہ بڑھے گا ابتداء مال والوں سے کی اور انہوں نے قبول نہ کیا تو حوصلہ شکنی ہوگی۔ حوصلہ شکنی کا دوسرا سبب دوسروں کی اصلاح کی فکر ہے دوسروں کو مقصود بنا کر محنت کی اور انہوں نے قبول نہ کیا تو طبیعت پر بوجھ ہوگا اور قبض کی کے کیفیت پیدا ہوگی اس لیے مناسب شکل یہ ہے کہ اپنی اصلاح کا ارادہ کرے دوسروں کی اصلاح اللہ پاک خود فرمائیں گے) (ع) (گلدستہ، صفحہ: 218)

15. فرمایا: کلمہ جو خانقاہوں میں سکھایا جاتا ہے وہ نفل ہے اور جاہلوں کو جو انجان ہیں ان کو سکھانا فرض ہے تو مخلوق میں وقت نکال کر اس کی دعوت دو یہ اصل نور لینا ہے، تکمیل کے لیے تنہائیوں میں مشق کرو، اس کو مخلوق میں پہنچانے کو جزو زندگی بنا لو۔ (گلدستہ، صفحہ:267)

16. فرمایا: نورانی حجاب یہ ہے کہ ایک افضل کام سے ہٹا کر کم اہم کام پر لگا دیتا ہے فرض کے وقت میں نوافل میں مشغول کر دیتا ہے اور نفس یہ سمجھتا ہے کہ میں تو اچھا کام کر رہا ہوں، حال کا سب سے بڑا فریضہ تبلیغ ہے اور اس میں کوتاہی کا بدل بڑی سے بڑی عبادت نہیں ہو سکتی۔ (گلدستہ، صفحہ:329-330)

17. ایک مکتوب میں تحریر فرمایا: قیامت کے دن مظلوم ظالموں سے اپنا حق لینے کھڑے ہوں گے ان مظلوموں کے گناہوں کے بار ظالموں کے سر دھرے جائیں گے، اس جانگداز وقت میں ایک جماعت مظلوموں کی ہوگی یہ اپنا حق جتائیں گے کہ ہم معاصی اور گناہ کے مرتکب ہوئے تھے اور تم ہم کو نہیں روکتے تھے، لہذا تمام اہل زمانہ کو ضروری ہے کہ ہر ہر لحظہ اس کے خلاف منکرات کے انہدام اور اطاعت کے انصرام میں پوری پوری سعی کریں جو حق مسلمانوں کے ہر ہر فرد پر فرض ہوگا اس میں علماء اسلام کی جماعت یقیناً پیش پیش ہوگی لہذا براہ کرم میری معروض پر نظر کر کے جوابِ با صواب سے مشرف فرمائیں۔ (گلدستہ، صفحہ:457)

18. ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرمایا: مذہبی امور کی پابندی اور فروغ اور اس کا خود پابند ہونا ہر طبقے کو حسب حیثیت توجہ دلانا ہر مسلمان کا اہم ترین فرض ہے اور یہ خیالی رواجی فرائض نہیں بلکہ ایسا فرض ہے جس میں حق تعالی کے یہاں سے سوال ہوگا۔ (گلدستہ، صفحہ:509-510)

19. فرمایا: اصل فریضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی تھا کہ دین کو لے کر گھروں سے نکل کھڑے ہونا۔ (گلدستہ، صفحہ:268)

20. فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جماعتیں بنا بنا کر احکام دین سکھانے کے لیے بھیجتے تھے اب ضرورت ہے کہ اس طریقۂ تبلیغ کا پھر احیاء ہو۔ (گلدستہ، صفحہ:327)

21. فرمایا: یہ تحریک کیا ہے "انفروا خفافا وثقالا" پر عمل کرنا، اس نفر میں کوتاہی عذاب الہی کو دعوت دینا ہے۔ (گلدستہ، صفحہ:329)

22. فرمایا: کلمہ و نماز کو لے کر ذکر کی پابندی کے ساتھ ان کے فضائل معلوم کرتے ہوئے ہر ذی حق کے حق کو ادا کرتے ہوئے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں در بدر کو بکو شہر بشہر اقلیم در اقلیم پھرنا جو ہر مسلم کا جوہر ہے جو اصل ہے دینی شعبے کی جو خصوصیت تھی تمام انبیاء کرام کی اور امتیاز ہے اس امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ہر امتی داعی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام لانے والے ہر فرد کا یہی مشغلہ اور یہی فکر تھا، یہی ہر شعبۂ دینیہ کی اصل اور جڑ ہے، اس وقت ارکان جو کہ اس دینی شجر کی ہرشاخ کو تر و تازہ اور سرسبز و شاداب رکھنے کے لیے کافی تھے اس زین کو ترک کرنے کی بنا پر خود بے شاخ اور صرف تنے کی صورت میں باقی رہ گئے۔ (گلدستہ، صفحہ:34)

23. فرمایا: دین کی عمومی تعلیم و تربیت کا جو طریقہ ہم اپنی اس تحریک کے ذریعے رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رائج تھا اور اسی طرز سے وہاں عام طور پر دین سیکھا اور سکھایا جاتا تھا بعد میں جو طریقے اس سلسلے میں ایجاد ہوئے مثلاً تصنیف و تالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ سو ان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے طریقے کو بالکل بھلا دیا ہے حالانکہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی پیمانہ پر تعلیم و تربیت صرف اسی طریقے سے دی جا سکتی ہے۔ (گلدستہ، صفحہ:139)

24. ہم نے جماعتیں بنا کر دین کی باتوں کے لیے نکلنا چھوڑ دیا حالانکہ یہی بنیادی اصل تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پھرا کرتے تھے اور جس نے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ مجنونانہ پھرا کرتا تھا۔ (گلدستہ، صفحہ:264)

25. فرمایا: میں اس راستہ کو راہ نبوت سمجھتا ہوں۔ (گلدستہ، صفحہ:265)

26. فرمایا: گھر سے نکلنے سے ہی زنگ دل سے دور ہوتا ہے اصل چیز اللہ کی رضا کے واسطے دین کے لیے نکلنا ہے۔ مسلمانوں سے دو چیزیں چھوٹ گئیں ایک دین کے لیے گھر سے نکلنا دوسرے دھیان۔ (گلدستہ، صفحہ:266)

27. فرمایا: اللہ کے نام کو بلند کرنے کے لیے نکلنے کی بے کلی جو اللہ کو پیاری ہے اس سے زیادہ (افضل) کوئی عمل نہیں۔ (گلدستہ، صفحہ:267)

28. فرمایا: سب سے بڑا ذکر اللہ کی باتوں کا تذکرہ مجمعوں میں کرنا ہے گھروں سے نکل نکل کر۔ (گلدستہ، صفحہ:268)

29. فرمایا: دین تو رحمت ہے، یہ در بدر پھرتے ہوئے دین کے کارن ٹھوکریں کھاتے ہوئے بھوکے مرتے ہوئے ذلت اٹھائے بغیر ہرگز ہرگز نہیں آتا۔ (گلدستہ، صفحہ:271)

30. ایک خط میں لکھتے ہیں: جب تک تبلیغ کے لیے چار چار مہینے ملک در ملک پھرنے کو اپنی قوم میں جزو زندگی بنانے کی کوشش کے لیے پورے اہتمام کے ساتھ لوگ کھڑے نہیں ہوں گے اس وقت تک قومیت صحیح دینداری کا مزہ نہیں چکھے گی اور حقیقی ایمان کا ذائقہ کبھی نصیب نہیں ہوگا۔ (گلدستہ، صفحہ:276)

31. ایک خط میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ تھا کہ "مسلمان دو ہی قسم کے ہو سکتے ہیں تیسری قسم نہیں یا اللہ کے راستے میں نکلنے والے ہوں یا نکلنے والوں کی مدد کرنے والے ہوں" فرمایا بہت خوب سمجھے ہیں۔ (گلدستہ، صفحہ:279)

32. فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب کا ارشاد ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ آج کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ جس دل میں دین کی طلب نہ ہو اس میں دین کی طلب پیدا کرے دین کی طلب پیدا کرنا مقصود ہے اس واسطے اللہ کی راہ میں نکالے جاتے ہیں کہ دین کی طلب پیدا ہو۔ (گلدستہ، صفحہ:286)

33. فرمایا: سارے دن رو رو کر قران شریف پڑھنے سے ایک گھنٹہ نا واقفوں میں کلمے کی دعوت دینا کروڑوں درجہ زیادہ ثواب رکھتا ہے کلمے کی دعوت سارے دین کے سیکھنے سے بہت زیادہ ہے۔ (گلدستہ، صفحہ:287)

34. شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لکھتے ہیں: عرصہ سے میرا اپنا خیال ہے کہ جب تک علمی طبقہ کے حضرات اشاعت دین کے لیے خود جا کر عوام کے دروازوں کو نہ کھٹکھٹائیں گے اور عوام کی طرح یہ بھی گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کام کے لیے گشت نہ کریں اس وقت تک یہ کام درجہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ عوام پر جو اثر اہل علم کے عمل و حرکت سے ہوگا وہ ان کی دھواں دھار تقریروں سے نہیں ہو سکتا اپنے اسلاف کی زندگی سے بھی یہی نمایاں ہے، جو کہ آپ حضرات اہل علم پر بخوبی روشن ہے۔ (گلدستہ، صفحہ:146)

حضرت مولانا الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ کے یہ چند ملفوظات اپنی طرف سے بالکل بغیر کسی تبصرے کے ہم نے صرف اس وجہ سے نقل کیے تاکہ قاری کا ذہن مشوش کرنا لازم نہ آئے اور قاری خود فیصلہ کرے کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے نظریے میں کیا فرق ہے؟ اور یہ مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے احداثات ہیں یا اتباعات؟ اور یہ ان کی منکر باتیں ہیں یا معروف باتیں ہیں؟ اور یہ ان کا ایجاد کردہ بدعتی نظریہ ہے یا کسی قدیم نظریے کا احیاء ہے؟ اور ان کی جرأت و بے باکی کوئی ضد اور ہٹ دھرمی ہے یا "لایخافون فی اللہ لومۃ لائم" کا مصداق ہے؟

یہاں ہم شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی فضائل اعمال سے عبارت پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں، فرمایا: اس امت کے لیے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں اس لیے

کہ یہ امر پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا تھا جس کو " فلما نسوا ما ذکروا به" وغیرہ آیات میں ذکر فرمایاہے۔ امتیاز مخصوص اہتمام کاہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔اھ۔ (فضائل تبلیغ، آیت: 6)

اس مضمون سے متعلق بقیہ مباحث ہمارے تینوں رسالے (۱) حضرت مولانا سعد صاحب دامت برکاتہم کے افکار اقوال سلف کی روشنی میں (۲) تعلیم و تعلم سے متعلق اکابر علماء دیوبند کے نظریات (۳) دینی تعلیم پر اجرت سے متعلق اکابر علماء دیوبند کے نظریات میں دیکھی جاسکتی ہیں ۔

اور جہاں تک ان تعقبات کی بات ہے جو روایات اور بیان کے الفاظ میں فرق کے تعلق سے کیے گئے ہیں تو یقیناً بعض مواقع میں بھول چوک سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن باقاعدہ حدیث کی نقل و روایت اور مذاکرے اور بیان کے درمیان مضامین احادیث کا بیان کرنا اس میں یقیناً فرق ہوتاہے، آخر کوئی تو بات ہے جو محدثین بوقت تحدیث حدیث بیان کرنے اور بوقت مذاکرہ حدیث بیان کرنے میں فرق کرتے ہیں، خواہ بیان کرنے والا کتنا بڑے سے بڑا محدث کیوں نہ ہو، تو بیان و مذاکرے کے دوران تغیر و تبدل یا حذف و اضافے کی بنیاد پر کسی شخص پر اتنی سخت تنقید نہیں کی جاسکتی۔

گزارش: اگر واقعی آپ کو حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم سے پوری عقیدت ہے اور ان کے نظریے سے سو فیصد متفق ہیں تو اس وقت آپ کے ملک میں جو حالات چل رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے اس مسئلہ میں اشتعال پیدا کرنے کی کوشش کے بجائے حضرت شیخ الاسلام دامت برکاتہم کی وہ گفتگو جو حضرت مولانا سعد صاحب سے عمرہ کے موقع پر ہوئی تھی جس میں حضرت نے اہل تبلیغ کے اختلاف کو ائمہ اربعہ کے اختلاف سے تشبیہ دی تھی اور جو کچھ بھی فرمایا تھا اس پورے مضمون کو آپ کے ملک میں قوت کے ساتھ چلانے کی سخت ضرورت ہے تاکہ امت نہ ٹوٹے اور اعداء اسلام کو شماتت کا موقع نہ ملے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقي الا باللہ علیه توکلت والیه انیب وصلی اللہ علی نبیه الکریم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فقط والسلام

بندہ مطیع الرحمٰن

مہتمم مدرسہ عبیدیہ ٹرسٹ جہاں نما حیدرآباد (تلنگانہ) انڈیا